جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ اس سے کم نہیں جو مولانا سندھی نے اس سلسلہ میں کہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"ان لوگوں نے دین میں غور و خوض کرنا چھوڑ دیا ہے اور کافروں کی طرح یہ لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ "ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور ہم انہیں کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ پس خدا سے ہی فریاد ہے اور اسی پر بھروسہ اور توکل ہے۔" (ج ا ص ۱۲۳)

(باقی آئندہ)

غزل

مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی

حجاباتِ کثرت میں مستور ہو کر
وہ دل میں رہے آنکھ کا نور ہو کر

خوشا دردِ فرقت زہے سوزِ پنہاں
حسین اور تم ہو گئے دور ہو کر

محبت کا حاصل وہی اشکِ غم ہے
جو آنکھوں سے ٹپکا ہو مجبور ہو کر

تصور کی تیرے زہے کام بخشی
تجھے ہم نے پایا ہے مہجور ہو کر

تمنا۔ تقاضا۔ تماشا۔ تجلی
یہ پردے اٹھا دو سرِ طور ہو کر

کمالِ توجہ ہے جذبِ توجہ
وہ ناظر ہیں خود آج منظور ہو کر

عجب طرفہ دلکش پشیمانیاں ہیں
فریبِ تمنا سے مسحور ہو کر

تغافل کے ماتے بہت سو چکے ہیں
جگا دے کوئی نغمۂ صور ہو کر

بھلا اور بھولا رہے خلدِ کشمیر[1]
طرب خیز نغموں سے معمور ہو کر

کہ جاتے ہیں دلی سعید آج ہم بھی
یہاں سے بہت شاد و مسرور ہو کر

---

[1] یہ غزل گذشتہ جولائی میں کشمیر سے واپسی کے دن لکھی گئی تھی۔ علاوہ بریں خاص کشمیر پر بھی موصوف کی ایک طویل و دلکش نظم ہے جو پہلگام میں لکھی تھی۔ بشرطِ گنجائش کسی آئندہ اشاعت میں وہ بھی درج کر دی جائے گی۔